ALLAMA IQBAL OPEN UNIVERSITY

AIOU LIBRARY
aioulibrary.com

Name:

Registration No.:

Course Code: 1902

Program: BS (Islamic Studies)

Semester: Autumn 2026

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس: مطالعہ مذاہبِ عالم (1902) • سطح: بی ایس (علوم اسلامیہ)

سمسٹر: خزاں 2026

امتحانی مشق نمبر 2 (یونٹ 5 تا 9)

کل نمبر: 100 کامیابی کے نمبر: 50

حل شدہ اسائنمنٹ گائیڈ

(مطالعہ و حوالہ کے لیے)

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

نوٹ: یہ گائیڈ صرف مطالعہ اور حوالے کے مقصد کے لیے تیار کی گئی ہے۔ طلبہ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ وہ کورس کی کتاب کے متعلقہ یونٹس خود سے پڑھیں، تصورات کو اچھی طرح سمجھیں اور پھر اسائنمنٹ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ اسائنمنٹ کے کل نمبر 100 ہیں اور ہر سوال کے نمبر اس کے ساتھ درج ہیں۔

سوال نمبر 1: ہندوؤں کے عقیدہ آواگون کی تفصیل (20 نمبر)

سوال نمبر 1: ہندوؤں کے عقیدہ آواگون کی تفصیل بیان کریں۔

تعارف

آواگون ہندو مذہب کے بنیادی عقائد میں سے ہے جسے اردو میں تناسخ اور انگریزی میں ری انکارنیشن یا ٹرانس مائیگریشن آف سول کہا جاتا ہے۔ آواگون کا لفظی مطلب آنا اور جانا ہے، یعنی روح کا ایک جسم سے نکل کر دوسرے جسم میں منتقل ہونے اور بار بار جنم لینے کا سلسلہ۔ ہندو عقیدے کے مطابق انسان کی آتما یعنی روح لافانی ہے، وہ نہ پیدا ہوتی ہے نہ مرتی ہے، صرف جسم بدلتی ہے جیسے انسان پرانے کپڑے اتار کر نئے پہن لیتا ہے۔ موت دراصل اسی تبدیلی کا نام ہے اور اس کے بعد روح اپنے پچھلے جنم

کے اعمال یعنی کرم کے مطابق کسی نئے جسم میں جنم لیتی ہے، جو انسان بھی ہو سکتا ہے، جانور بھی اور بعض روایات کے مطابق نباتات یا دیگر مخلوق بھی۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک روح موکش یعنی نجات حاصل نہ کر لے۔ اس جواب میں ہم آواگون کا مفہوم، اس کی مذہبی بنیادیں، کرم اور سمسر سے اس کا تعلق، اس کے درجات، موکش سے اس کا ربط اور اس عقیدے کے سماجی اثرات تفصیل سے بیان کریں گے۔

یہ عقیدہ سمجھنے کے لیے ہندو مذہب کے تین بنیادی تصورات کو ایک ساتھ دیکھنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ایک دوسرے کے بغیر نامکمل ہیں۔ پہلا تصور آتما ہے جو ہر جاندار کے اندر موجود لافانی روح ہے اور اپنے اصل میں برہمن یعنی کائناتی حقیقت سے جڑی ہوئی مانی جاتی ہے۔ دوسرا تصور کرم ہے یعنی ہر عمل کا لازمی پھل، اچھے عمل کا اچھا اور برے عمل کا برا نتیجہ اسی زندگی میں نہ ملے تو اگلے جنم میں ضرور ملتا ہے۔ تیسرا تصور سمسار ہے یعنی پیدائش اور موت کا وہ نہ ختم ہونے والا چکر جس میں روح پھنسی ہوئی گردش کرتی رہتی ہے۔ آواگون اسی چکر کے اندر روح کے سفر کا نام ہے۔ یوں یہ عقیدہ ہندو اخلاقیات، عبادت اور فلسفے کی بنیاد ہے اور اس کے بغیر ہندو مذہب کے بیشتر اعمال و رسوم کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔

آواگون کی مذہبی بنیادیں اور مقدس کتابوں کے حوالے

ہندو مذہب کے قدیم ترین مذہبی صحیفے وید ہیں جن میں ابتدا میں یہ عقیدہ اس وضاحت سے مذکور نہیں جس وضاحت سے بعد کی کتابوں میں ملتا ہے۔ آواگون کا باقاعدہ اور فلسفیانہ بیان اپنیشدوں میں ملتا ہے جو ویدوں کی شرح و فلسفہ ہیں اور جن کا زمانہ عام طور پر آٹھویں تا پانچویں صدی قبل مسیح کے درمیان مانا جاتا ہے۔ اپنیشدوں میں کہا گیا کہ جس طرح سنار سونے کو لے کر اس سے نئی اور بہتر شکل بناتا ہے اسی طرح روح جسم کو چھوڑ کر نیا جسم اختیار کرتی ہے اور انسان اپنے اعمال اور خواہشات کے مطابق نیا جنم پاتا ہے۔ اسی میں یہ اصول بھی دیا گیا کہ جو جیسا کرتا ہے وہ ویسا ہی بنتا ہے، نیک عمل کرنے والا نیک اور بد عمل کرنے والا بد صورت میں جنم لیتا ہے۔ اس فلسفیانہ بنیاد نے آواگون کو محض ایک رسم نہیں بلکہ پوری ہندو فکر کا مرکزی ستون بنا دیا۔

ہندوؤں کی مقبول ترین مذہبی کتاب بھگوت گیتا میں آواگون کو انتہائی مشہور تمثیل سے بیان کیا گیا ہے کہ جس طرح انسان پرانے کپڑوں کو اتار کر دوسرے نئے کپڑے پہنتا ہے اسی طرح روح پرانے اور جسموں کو چھوڑ کر نئے جسموں کو اختیار کرتی ہے۔ گیتا کے مطابق روح کو نہ آگ جلا سکتی ہے، نہ پانی بھگو سکتا ہے، نہ ہوا خشک کر سکتی ہے

اور نہ ہتھیار کاٹ سکتے ہیں، وہ ازلی، ابدی اور ناقابل فنا ہے۔ مہابھارت اور پرانوں میں اس عقیدے کو کہانیوں اور کرداروں کے دوبارہ جنم کی صورت میں عام فہم انداز میں پیش کیا گیا اور بھگتی تحریک نے اسے عوام تک پہنچایا۔ یوں آواگون کا عقیدہ کتابوں سے نکل کر ہر ہندو کے روزمرہ شعور کا حصہ بن گیا اور انسان کی زندگی کے اچھے برے واقعات کی توجیہ اسی عقیدے سے کی جانے لگی کہ یہ سب پچھلے جنم کے کرم کا پھل ہے۔

کرم کا قانون اور آواگون کا طریقہ کار

آواگون کی انجن کرم کا قانون ہے۔ کرم سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی عمل کے ہیں اور مذہبی اصطلاح میں اس سے مراد یہ اٹل اصول ہے کہ ہر عمل کا ایک نتیجہ ضرور نکلتا ہے جو فاعل کو بھگتنا پڑتا ہے، اگر اس زندگی میں نہ ملے تو اگلی زندگی میں منتقل ہو جاتا ہے۔ ہندو علماء کرم کی تین قسمیں بیان کرتے ہیں: سنچیت کرم وہ ذخیرہ ہے جو پچھلے تمام جنموں سے جمع ہو رہا ہے، پرارابدھ کرم وہ حصہ ہے جو اس موجودہ زندگی میں بھگتنا طے ہو چکا ہے اور اسی سے موجودہ جسم، خاندان اور حالات بنتے ہیں، اور آگامی یا کریمن کرم وہ ہے جو انسان اس زندگی میں اپنے تازہ اعمال سے بنا رہا ہے اور جو مستقبل کے جنموں کو طے کرے گا۔ اس تقسیم سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ ہندو فکر میں تقدیر اور اختیار دونوں کو جگہ ملتی ہے: ماضی کا پھل بھگتنا لازمی ہے مگر حال کے اعمال سے مستقبل بدلا جا سکتا ہے۔

عمل کے لحاظ سے آواگون کا طریقہ کار کچھ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ موت کے وقت انسان کی غالب خواہشات اور پورے جنم کے اعمال کا مجموعہ اس کے اگلے جنم کی نوعیت طے کرتا ہے۔ نیک اعمال والے کو اچھے خاندان، صحت مند جسم اور بعض اعتقادات کے مطابق دیوتاؤں کے عالم میں عارضی جزا ملتی ہے، جبکہ برے اعمال والے کو تکلیف دہ جنم یا نچلی مخلوق کی صورت ملتی ہے۔ روایتی ہندو عقیدے میں چوراسی لاکھ یونیوں یعنی انواع حیات کا مشہور تصور بھی اسی سے جڑا ہے کہ روح نباتات، کیڑے مکوڑے، جانور اور انسان سمیت لاکھوں صورتوں میں گردش کرتی انسانی جنم تک پہنچتی ہے، اسی لیے انسانی جنم کو نایاب اور قیمتی مانا جاتا ہے کیونکہ موکش کی کوشش صرف اسی جنم میں ممکن ہے۔ یہ اعداد روایتی مذہبی بیان ہیں جنہیں سائنسی اعداد کے بجائے عقیدے کی تعبیر کے طور پر سمجھنا چاہیے۔ اس نظام میں خدا کا کردار مختلف مکاتب میں مختلف ہے، کہیں وہ کرم کے پھل کا منصفانہ تقسیم کنندہ ہے اور کہیں یہ نظام خودکار قانون کے طور پر چلتا ہے۔

جدول 1: آواگون سے متعلق بنیادی اصطلاحات

اصطلاح	مفہوم
آتما	لافانی روح جو جسم بدلتی ہے، خود فنا نہیں ہوتی
کرم	ہر عمل کا اٹل نتیجہ جو اس یا اگلے جنم میں ملتا ہے
سمسر	پیدائش اور موت کا مسلسل چکر
آواگون / تناسخ	روح کا ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونا
موکش	جنم مرن کے چکر سے ہمیشہ کی نجات

موکش: آواگون سے نجات اور اس کے راستے

ہندو مذہب میں زندگی کا آخری مقصد آواگون کے چکر میں مزید جنم لینا نہیں بلکہ اس چکر سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو جانا ہے جسے موکش، مکتی یا نروان سے ملتے جلتے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جب روح موکش پا لیتی ہے تو وہ پیدائش و موت کے دکھ بھرے چکر سے نکل کر اپنی اصل حقیقت کو پہچان لیتی ہے اور برہمن سے یکجا یا اس کی قربت کی ابدی کیفیت پا لیتی ہے، جس کی تعبیر مختلف مکاتب فکر میں مختلف ہے۔ ادویت ویدانت کے مطابق آتما اور برہمن دراصل ایک ہیں اور جہالت کی وجہ سے الگ لگتے ہیں، علم حاصل ہوتے ہی یہ جدائی ختم ہو جاتی ہے۔ بعض مکاتب موکش کو جنت نما عالم میں ابدی قیام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اختلاف تعبیر کے باوجود سب اس بات پر متفق ہیں کہ موکش کرم کے بندھن ختم ہوئے بغیر ممکن نہیں، کیونکہ کرم ہی دوبارہ جنم کا سبب بنتا ہے۔

موکش کے حصول کے لیے ہندو روایت میں تین بڑے راستے بیان ہوئے ہیں۔ گیان مارگ علم کا راستہ ہے جس میں مراقبے، مطالعے اور خود شناسی سے حقیقت کا ادراک حاصل کیا جاتا ہے۔ کرم مارگ عمل کا راستہ ہے جس میں فرض کی ادائیگی بغیر پھل کی خواہش کے کی جاتی ہے تاکہ نئے بندھن نہ بنیں، بھگوت گیتا کی سب سے مشہور تعلیم یہی بے لوث عمل ہے۔ بھگتی مارگ محبت و عقیدت کا راستہ ہے جس میں اپنے منتخب دیوتا کی پوجا، بھجن اور مکمل سپردگی سے نجات کی امید رکھی جاتی ہے اور یہی راستہ عام ہندو کے لیے سب سے آسان اور مقبول سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ یوگا اور سنیاس یعنی دنیا ترک کرنے کی روایت بھی اسی مقصد سے جڑی ہے۔ اس ساری بحث سے

نتیجہ نکلتا ہے کہ آواگون ہندو کے لیے محض ایک عقیدہ نہیں بلکہ زندگی کی سمت طے کرنے والا نظام ہے جو اسے اچھے اعمال کی طرف مائل کرتا ہے، مصیبت میں صبر کی توجیہ دیتا ہے اور موت کے خوف کو اس امید سے گھٹاتا ہے کہ یہ اختتام نہیں صرف تبدیلی ہے۔

آواگون کے سماجی اثرات اور نتیجہ بحث

آواگون کے عقیدے کے ہندوستانی معاشرے پر دور رس اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مثبت اثرات میں یہ شامل ہے کہ اس نے اخلاقی ذمہ داری کا گہرا شعور پیدا کیا، جانداروں کے ساتھ رحم دلی اور اہنسا یعنی عدم تشدد کی روایت کو تقویت دی، کیونکہ ہر جاندار میں اسی روح کا جلوہ اور ہر مخلوق کسی کا پچھلا یا اگلا جنم ہو سکتی ہے، اسی جذبے سے سبزی خوری اور گائے سمیت حیوانات کے احترام کی روایات کو بھی تقویت ملی۔ دوسری طرف ناقدین یہ کہتے ہیں کہ اس عقیدے کی آڑ میں ذات پات کے نظام کو یہ کہہ کر جواز دیا گیا کہ نچلی ذات میں پیدائش پچھلے کرم کا نتیجہ ہے، جس سے سماجی ناانصافی پر سوال اٹھانا مشکل ہوا اور محتاج طبقوں میں تقدیر پرستی بڑھی۔ جدید ہندو مصلحین نے اس تنقید کے جواب میں کرم کو حال کے اعمال کی ذمہ داری کے طور پر پیش کیا اور سماجی اصلاح کی تحریکیں بھی اسی معاشرے سے اٹھیں۔ ایک غیر جانبدار طالب علم کے لیے ضروری ہے کہ وہ دونوں پہلوؤں کو سمجھے اور کسی عقیدے کا مطالعہ اس کے ماننے والوں کی نظر سے کرنے کے بعد ہی اپنا تجزیہ پیش کرے۔

اسلامی نقطہ نظر سے تناسخ کا عقیدہ قبول نہیں کیا جاتا، کیونکہ قرآن کے مطابق موت کے بعد برزخ ہے اور پھر قیامت میں دوبارہ زندگی، جزا و سزا کا فیصلہ ایک ہی زندگی کے اعمال پر ہو گا اور اللہ کا انصاف کسی پچھلے جنم کے بغیر بھی مکمل ہے۔ تاہم مطالعہ بین المذاہب کے آداب کا تقاضا یہی ہے کہ اختلاف علمی دلیل سے بیان ہو اور عقیدے کا احترام باقی رہے، جیسا کہ اس کورس کے پہلے سوال میں قرآنی تعلیمات بیان کی جا چکی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آواگون ہندو مذہب کا مرکزی عقیدہ ہے جس کے مطابق لافانی روح کرم کے قانون کے تحت سمسر کے چکر میں بار بار جنم لیتی ہے یہاں تک کہ علم، بے لوث عمل یا بھگتی کے ذریعے موکش پا کر اس چکر سے آزاد ہو جائے۔ یہی وہ تفصیل ہے جو سوال میں طلب کی گئی تھی اور یہی عقیدہ ہندو فلسفے، اخلاقیات اور سماجی زندگی کی کنجی ہے۔

سوال نمبر 2: بدھ مت کے زوال کی وجوہات (20 نمبر)

سوال نمبر 2: بدھ مت کے زوال کی وجوہات بیان کریں۔

تعارف

بدھ مت کی تاریخ کا ایک حیران کن پہلو یہ ہے کہ جو مذہب برصغیر میں پیدا ہوا، صدیوں تک یہاں کا غالب مذہبی و ثقافتی نظام رہا اور پھر ایشیا کے بڑے حصے میں پھیل گیا، وہی اپنے آبائی وطن ہندوستان سے تقریباً غائب ہو گیا۔ گوتم بدھ نے چھٹی صدی قبل مسیح میں بہار اور اتر پردیش کے علاقے میں اپنی تعلیمات پیش کیں، اشوک جیسے عظیم بادشاہ نے اسے سرپرستی دی، کنشک کے دور میں یہ وسط ایشیا تک پہنچا اور صدیوں تک نالندہ و وکرم شیلا جیسی عظیم دانش گاہیں اس کی علمی قیادت کرتی رہیں۔ مگر بارہویں صدی عیسوی کے لگ بھگ ہندوستان میں بدھ مت ایک زندہ عوامی مذہب کے طور پر تقریباً ختم ہو چکا تھا، جبکہ سری لنکا، برما، تھائی لینڈ، تبت، چین، کوریا اور جاپان میں یہ باقی رہا۔ سوال یہ ہے کہ آبائی سرزمین میں اس زوال کی وجوہات کیا تھیں؟ اس جواب میں ہم دیکھیں گے کہ زوال کسی ایک سبب سے نہیں ہوا بلکہ داخلی کمزوریوں، حریف مذہبی تحریکوں کی نشاۃ ثانیہ، سرپرستی کے خاتمے اور خارجی حملوں کے باہمی عمل سے ہوا، اور آخر میں اس بحث کا خلاصہ اور بدھ مت کی جدید احیائی صورت کا ذکر بھی کریں گے۔

زوال کی بحث شروع کرنے سے پہلے دو اصولی باتیں واضح کرنی چاہئیں۔ پہلی یہ کہ زوال سے مراد ہندوستان کی سرزمین میں بدھ مت کی عوامی اور اداری حیثیت کا خاتمہ ہے، اس کی تعلیمات کا خاتمہ نہیں۔ بدھ کے کئی خیالات، مثلاً اہنسا، کرم و آواگون کی تعبیر، مراقبہ اور خانقاہی نظام، ہندوستانی فلسفے میں اس طرح جذب ہوئے کہ بعض تاریخ دان بدھ مت کے غائب ہونے کو اس کی کامیاب آمیزش بھی قرار دیتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ دانوں کے نزدیک مذہبوں کا عروج و زوال ہمیشہ کثیر الاسباب ہوتا ہے، اس لیے کسی ایک وجہ کو حتمی قرار دینا علمی طور پر درست نہیں۔ انہی دو احتیاطوں کے ساتھ ہم اب وجوہات کو داخلی اور خارجی دو بڑے خانوں میں تقسیم کر کے ایک ایک کر کے بیان کرتے ہیں تاکہ تصویر مکمل ہو۔

داخلی وجوہات: سنگھ کی خرابی اور فرقہ بندی

زوال کی سب سے بڑی داخلی وجہ بدھ سنگھ یعنی راہبوں کی جماعت میں بتدریج پیدا ہونے والی خرابی کو قرار دیا جاتا ہے۔ ابتدا میں راہب سادگی، فقر اور تبلیغ کی زندگی گزارتے تھے، مگر جب بادشاہوں اور امیروں کی طرف سے خانقاہوں کو زمینیں، گاؤں اور دولت کی عطیات ملنے لگیں تو بہت سی خانقاہیں دولت و آرام کے مراکز بن

گئیں۔ راہبانہ نظم وضبط ڈھیلا پڑا، دنیاوی دلچسپیاں بڑھیں اور وہ اخلاقی وقار کمزور ہو گیا جس کی وجہ سے عوام نے بدھ مت کو احترام کی نظر سے دیکھا تھا۔ تاریخ کی یہ مشہور حقیقت ہے کہ مذہبی ادارے اس وقت زوال پزیر ہوتے ہیں جب ان کے خادم اپنے اصل مقصد سے ہٹ جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ عوام اور راہبوں کے درمیان فاصلہ بھی بڑھا، کیونکہ راہب خانقاہوں میں مقیم ہو کر عوامی زندگی سے کٹتے گئے جبکہ ہندو برہمن گھروں، شادی بیاہ اور رسوم کے ذریعے عوام سے جڑے رہے۔

دوسری داخلی وجہ فرقہ بندی اور نظریاتی پیچیدگی ہے۔ بدھ کی [illegible] کے کچھ عرصے بعد ہی سنگھ اختلافات کا شکار ہوا اور وقت کے ساتھ ہین یان اور مہایان کی بڑی تقسیم سامنے آئی، پھر مہایان کے اندر نئے نئے فلسفیانہ مکاتب اور بعد میں وجریہ یعنی تنتر ک بدھ مت کی صورت میں جادوٹونے، منتر اور پیچیدہ رسوم شامل ہو گئیں۔ ابتدا میں بدھ مت کی سادگی اور اخلاقی صفائی اس کی کشش تھی مگر بعد کے ادوار میں یہ بھی عام مذہبی رسوم و خرافات سے اس قدر مشابہ ہو گیا کہ اس کی الگ شناخت مدھم پڑنے لگی۔ فلسفہ کی انتہائی باریکیاں اسکالرز تک محدود رہیں اور عام آدمی کے لیے مذہب خشک یا پیچیدہ ثابت ہوا۔ ان داخلی کمزوریوں نے بدھ مت کے عوامی دفاع کو کمزور کر دیا، جس کا فائدہ حریف تحریکوں نے اٹھایا جن کا ذکر آگے آتا ہے۔

برہمنیت کی نشاۃ ثانیہ اور بدھ مت کا جذب ہونا

خارجی اسباب میں سب سے اہم ہندو برہمنیت کی نشاۃ ثانیہ ہے۔ گپت سلطنت کے دور سے برہمنی مذہب نے نئی طاقت پکڑی، عظیم مصلحین اور فلسفی پیدا ہوئے جن میں شنکر اچاریہ اور کمارل بھٹ خاص طور پر مشہور ہیں۔ شنکر نے ملک بھر میں سفر کر کے مباحثوں میں حصہ لیا، مٹھ قائم کیے اور ویدانت کی ایسی مضبوط فلسفیانہ تعبیر پیش کی جس کے سامنے بدھ فلسفے کی انفرادیت کمزور پڑی۔ برہمنیت نے اس دوران اپنی اصلاح بھی کی: قربانی و تشدد کے بجائے اہنسا پر زور بڑھا، بھگتی تحریک نے عام آدمی کو محبت بھرے تعلق خدا کا راستہ دیا، اور مندروں و تہواروں نے عوامی مذہب کو پرکشش شکل دی۔ اس سمارٹ حکمت عملی کا سب سے بڑا مظہر یہ تھا کہ خود گوتم بدھ کو وشنو کا نواں اوتار قرار دے کر ہندو دیومالا میں شامل کر لیا گیا۔ جب بدھ ہی ہندو اوتار بن گئے تو عام ہندو بھگت کے لیے الگ بدھ مذہب اختیار کرنے کی تمیز باقی نہ رہی اور بدھ مت آہستہ آہستہ اپنی مادری روایت میں جذب ہو گیا۔

سرپرستی کا ختم ہونا بھی فیصلہ کن ثابت ہوا۔ بدھ مت کو اپنی تاریخ میں بادشاہوں کی سرپرستی پر بہت انحصار رہا تھا: اشوک، کنشک اور ہرش وردھن جیسے حکمران اس کے بڑے محسن تھے۔ گپت خاندان عمومی طور پر ویشنو رجحان رکھتا تھا، ہرش کے بعد کوئی بڑا مرکزی سرپرست باقی نہ رہا، اور بعد میں راجپوت خاندانوں نے عموماً برہمنیت کی سرپرستی کی۔ پال خاندان نے بہار و بنگال میں آٹھویں تا بارہویں صدی تک بدھ مت کو سہارا دیا مگر اس کے خاتمے کے ساتھ آخری بڑا سہارا بھی جاتا رہا۔ دوسری طرف بدھ مت نے گھریلو زندگی کے لیے کوئی وسیع سماجی نظام یعنی شادی بیاہ، پیدائش و موت کی رسوم اور پیشہ وارانہ تنظیم قائم نہیں کی تھی، اس لیے جب خانقاہی مرکز کمزور ہوئے تو گھروں میں مذہب کو زندہ رکھنے والا کوئی متوازی ڈھانچہ موجود نہ تھا۔ یہ سماجی کمزوری دوسرے مذاہب کے مقابلے میں اس کی بقا کے لیے مہلک ثابت ہوئی۔

حملے، زبان و ثقافت کے مسائل اور دیگر اسباب

بیرونی حملوں نے زوال کی رفتار کو تیز کیا۔ پانچویں اور چھٹی صدی میں ہن قبائل کے حملوں نے شمال مغربی ہندوستان کی خانقاہوں کو شدید نقصان پہنچایا اور تیکش شیلا جیسا علمی مرکز تباہ ہوا۔ پھر بارہویں صدی کے آخر میں ترک حملوں کے دوران بہار و بنگال کی عظیم خانقاہیں اور دانش گاہیں، جن میں نالندہ، وکرم شیلا اور اودنت پوری شامل تھے، جنگی تباہ کاری کا شکار ہوئیں اور بڑی تعداد میں راہب تبت و نیپال کی طرف ہجرت کر گئے۔ علمی انصاف کا تقاضا ہے کہ ان حملوں کو زوال کی واحد وجہ نہ کہا جائے، کیونکہ زوال کی اندرونی وجوہات اس سے کئی صدیاں پہلے سرگرم ہو چکی تھیں، ان حملوں نے دراصل آخری ضرب لگائی اور اداروں کا وہ ڈھانچہ توڑ دیا جس کے سہارے احیاء ممکن ہو سکتا تھا۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہندوستان سے بدھ مت غائب ہوا مگر اس کی علمی میراث تبت و چین تک منتقل ہو کر محفوظ رہی۔

مزید اسباب میں زبان کا مسئلہ بھی اہم ہے۔ بدھ نے اپنی تعلیمات عوام کی زبان پالی و پراکرت میں دیں جو اس کی مقبولیت کا راز تھا۔ بعد میں مہایانی علماء نے سنسکرت اپنائی جس سے بدھ ادب بھی برہمنی ادب کی طرح علمی طبقے تک محدود ہو گیا اور عوامی رابطہ کمزور پڑا۔ اس کے علاوہ جین مت سے مقابلہ، کاروباری برادریوں کی سرپرستی کی منتقلی، اور وقت گزرنے کے ساتھ بھگتی تحریک کی پرجوش عوامی اپیل جیسے عوامل بھی اپنا کردار ادا کرتے رہے۔ مجموعی منظر یہ بنتا ہے کہ کوئی ایک وجہ نہیں بلکہ وجوہات کا ایک جال ہے جس میں اندرونی کمزوری بنیاد تھی اور بیرونی دھچکے اختتام کا باعث بنے۔ یہی متوازن نتیجہ جدید تاریخ نویسی میں عام طور پر قبول کیا جاتا ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ ہندوستان میں بدھ مت کے زوال کی وجوہات کو چار بڑے عنوانات میں سمیٹا جا سکتا ہے: سنگھ کی داخلی کمزوری اور فرقہ بندی، برہمنیت کی فکری و بھگتی نشاۃ ثانیہ کے نتیجے میں بدھ مت کا ہندو مت میں جذب ہونا، شاہی سرپرستی کا خاتمہ اور سماجی ڈھانچے کی کمی، اور آخر میں ہن و ترک حملوں کی تباہ کاری۔ اس زوال کے باوجود بدھ مت دنیا کا بڑا مذہب بنا رہا اور بیسویں صدی میں ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی تحریک کے ذریعے ہندوستان میں اس کی قابل ذکر واپسی بھی ہوئی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ تاریخ میں مذہبی روایات مکمل طور پر مٹتی نہیں بلکہ شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ طالب علم کے لیے اس سوال کا سبق یہ ہے کہ مذہبی تحریکوں کی بقا کے لیے اخلاقی کردار، عوامی ربط اور اداروں کی حفاظت تینوں لازمی ہیں، یہی وہ نکتہ ہے جو اس معاملے کو محض تاریخ سے آگے بڑھ کر حال کے لیے بھی بامعنی بنا دیتا ہے۔

سوال نمبر 3: زرتشتی مذہبی کتاب اوستا کی تفصیل (20 نمبر)

سوال نمبر 3: زرتشت کی مذہبی کتاب اوستا کی تفصیل بیان کریں۔

تعارف

اوستا زرتشت مذہب یعنی پارسی مذہب کی مقدس کتاب ہے جو دنیا کی قدیم ترین آسمانی روایات میں سے ایک کی نمائندہ ہے۔ زرتشت مذہب کے بانی حضرت زرتشت تھے، جنہیں یونانی صورت میں زوراسٹر کہا جاتا ہے اور جن کا زمانہ ماہرین کے عام اندازے کے مطابق تقریباً ایک ہزار تا چھ سو قبل مسیح کے درمیان ایران کے مشرقی علاقے میں گزرا۔ زرتشت نے ایک خدا اہورا مزدا کی عبادت، نیکی و بدی کی کشمکش اور انسان کے آزاد اخلاقی انتخاب کی تعلیم دی۔ ان کی تعلیمات اور ان کے بعد کی مذہبی روایت اوستا میں محفوظ ہوئی جو اوستائی زبان میں ہے، یہ سنسکرت کی قریبی رشتہ دار قدیم ایرانی زبان ہے۔ موجودہ اوستا اصل عظیم مجموعے کا صرف ایک حصہ ہے کیونکہ تاریخ کے حوادث میں اس کا بڑا حصہ ضائع ہو گیا۔ اس جواب میں ہم اوستا کی تاریخ و تدوین، اس کے حصے اور ابواب، اس کی زبان و اسلوب، اس کی مرکزی تعلیمات اور اس کی ترسیل و تراجم کی کہانی تفصیل سے بیان کریں گے۔

اوستا کو سمجھنے کے لیے یہ تاریخی خاکہ ذہن میں رکھنا مفید ہے۔ روایتی پارسی بیان کے مطابق زرتشت کی تعلیمات پہلے زبانی یاد رکھی جاتیں اور بادشاہ وشتاسپ کے دور میں لکھی گئیں۔ ساسانی دور میں اسے باقاعدہ کتابی شکل دے کر اکیس نسک یعنی جلدوں یا حصوں کا عظیم مجموعہ تیار کیا گیا جس میں دینی، قانونی، طبی اور سائنسی معلومات تک شامل تھیں۔ سکندر اعظم کے حملے اور بعد میں عرب فتوحات کے ادوار میں اصل نسخوں کی بڑی تعداد تباہ یا ضائع ہوئی اور زندہ بچ جانے والے علماء نے یادداشت اور بکھرے نسخوں سے جو کچھ بچ سکا اسے محفوظ کیا۔ چنانچہ آج جو اوستا ہمارے پاس ہے وہ ساسانی مجموعے کا تقریباً چوتھائی حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ حصہ زرتشت مذہب کی عبادات، عقائد اور تاریخ کو سمجھنے کے لیے مکمل بنیاد فراہم کرتا ہے اور پارسی برادری آج بھی اپنی عبادات میں اسی کے کلمات پڑھتی ہے۔

اوستا کے بنیادی حصے: یسنا اور گاتھا

اوستا کے موجودہ متن کو عام طور پر پانچ بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے: یسنا، وسپرد، وندیداد، یشت اور خورد اوستا۔ ان میں سب سے اہم اور قدیم حصہ یسنا ہے جس کے معنی قربانی یا عبادت کے ہیں۔ یسنا بہتر ابواب پر مشتمل liturgical متن ہے جو آگ کے مندر کی مرکزی عبادت یعنی یسنا کی رسم میں پڑھا جاتا ہے۔ اسی یسنا کے درمیان میں سترہ ابواب ایسے ہیں جنہیں گاتھا کہا جاتا ہے اور یہی اوستا کا قدیم ترین اور مقدس ترین حصہ ہیں۔ گاتھا زرتشت کے اپنے منظوم کلام یا سرود مانے جاتے ہیں جن کی زبان باقی اوستا سے قدیم ہے اور جن میں خالص توحید، اہورامزدا کی صفات، نیکی کے انتخاب اور جھوٹ کے خلاف جدوجہد کی تعلیم انتہائی بلند پائے کے شاعرانہ انداز میں دی گئی ہے۔ اس لیے محققین گاتھا کو زرتشت کی اصل فکر تک پہنچنے کا سب سے مستند ذریعہ قرار دیتے ہیں۔

وسپرد یسنا کا ضمیمہ ہے جو بڑے تہواروں کے موقع پر یسنا کے ساتھ ملا کر پڑھا جاتا ہے، اس میں تمام نیک ہستیوں کی تعریف اور ان سے برکت کی دعائیں ہیں۔ وندیداد جسے ویدویداد بھی کہا جاتا ہے، قانون اور طہارت کی کتاب ہے۔ یہ بائیس ابواب پر مشتمل ہے جن میں کائنات کی تخلیق کی روایت، پہلے انسانوں اور بادشاہ یم کی کہانی، اور پھر پاکیزگی و ناپاکی، مردوں کی تدفین، طب، زراعت، معاہدوں اور جرائم و سزاؤں کے مفصل قوانین درج ہیں۔ اسی کتاب سے آگ کی تقدیس، پانی و زمین کو ناپاکی سے بچانے اور مردوں کو دخمے یعنی خاموشی کے مینار پر رکھنے جیسی مشہور پارسی روایات کی بنیادیں ملتی ہیں۔ وندیداد کا اسلوب مکالماتی ہے جس میں زرتشت سوال کرتے ہیں اور اہورامزدا جواب دیتے ہیں، جو اسے قدیم قانونی ادب کی دلچسپ مثال بناتا ہے۔

جدول 1: اوستا کے بڑے حصے اور ان کا مواد

حصہ	مواد
یسنا	مرکزی عبادت کا متن، بہتر ابواب، اسی میں گاتھا شامل ہیں
گاتھا	زرتشت کے اپنے سرود، اوستا کا قدیم ترین و مقدس ترین حصہ
وسپرد	یسنا کا ضمیمہ، تہواروں کی دعائیں و تعریفیں
وندیداد	طہارت، قوانین، تخلیق و قدیم روایات، بائیس ابواب
یشت	فرشتوں و نیک ہستیوں کی مدح میں اکیس سرود
خوردہ اوستا	روزمرہ کی مختصر دعاؤں کا مجموعہ

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

یشت، خوردہ اوستا اور اوستا کی تعلیمات

یشت اکیس سرودوں کا مجموعہ ہے جو مختلف یزتوں یعنی قابل تعظیم ہستیوں اور فرشتوں کی مدح میں ہیں، جن میں مہر، انامیتا، تیشتر یا وغیرہ خاص طور پر مشہور ہیں۔ ان سرودوں میں قدیم ایرانی دیومالا اور بہادری کی کہانیوں کے اثرات بھی ملتے ہیں جو ہندوستانی ویدک ادب سے حیرت انگیز مشابہت رکھتے ہیں، اور اسی مشابہت سے زبان دانوں نے ہند ایرانی مشترکہ تہذیب کا نظریہ قائم کیا ہے۔ خوردہ اوستا یعنی چھوٹی اوستا عام پارسی کی روزمرہ دعاؤں کی کتاب ہے جو ساسانی دور کے بعد مرتب ہوئی، اس میں دن کے مختلف اوقات، مہینوں کے ایام اور زندگی کے مواقع کے لیے دعائیں شامل ہیں اور یہی کتاب آج پارسی گھروں میں سب سے زیادہ استعمال ہوتی ہے۔ ان پانچ حصوں کے علاوہ اوستا کی پہلوی شرح جسے زند کہا جاتا ہے بھی مذہبی ادب کا اہم حصہ ہے اور پہلوی کتابوں میں کھوئے ہوئے نسکوں کا خلاصہ محفوظ ہو گیا ہے۔

تعلیمات کے اعتبار سے اوستا کا مرکز اہورامزدا یعنی دانا خداوند ہے جو واحد خالق، نیکی کا سرچشمہ اور سب سے بڑی طاقت ہے۔ کائنات میں نیکی اور بدی کی دو قوتوں کی کشمکش جاری ہے جنہیں سپنتا مینیو اور انگرا مینیو سے تعبیر کیا گیا ہے، انسان کو آزاد ارادے سے نیکی کا ساتھ دینا ہے۔ اوستا کی اخلاقی تعلیم کا مشہور خلاصہ تین لفظوں میں

بیان ہوتا ہے: ہومتا، ہوختا اور ہورشتا یعنی اچھی سوچ، اچھی گفتار اور اچھا عمل۔ اس کے ساتھ سچائی یعنی اشا کو سب سے بڑی قدر قرار دیا گیا ہے اور جھوٹ یعنی دروج کی مذمت کی گئی ہے۔ آخرت کا عقیدہ بھی اوستا کی نمایاں تعلیم ہے جس میں موت کے بعد روح کا حساب، چینوت پل سے گزر اور فرد کی جزا و سزا کا بیان ملتا ہے، اور آخر زمانے میں نجات دہندہ کے ظہور اور مردوں کے جی اٹھنے کا تصور بھی موجود ہے جس نے بعد کے مذاہب پر بھی اثرات ڈالے۔ آگ، پانی اور مٹی کی تقدیس نے اس مذہب کو ماحولیاتی پاکیزگی کا قدیم ترین علمبردار بنا دیا۔

اوستا کی حفاظت، تراجم اور اہمیت

اوستا کی حفاظت کی کہانی خود ایک تاریخ ہے۔ ایران میں اسلام کی آمد کے بعد پارسیوں کی ایک جماعت آٹھویں تا دسویں صدی کے درمیان ہجرت کر کے ہندوستان کے گجرات میں آباد ہوئی اور اپنے ساتھ مقدس آگ اور نسخے لے آئی، اسی برادری نے اوستا کو زندہ رکھا۔ صدیوں تک اوستائی رسم الخط میں نسخے نقل ہوتے رہے اور موبد یعنی پارسی مذہبی پیشوا اسے زبانی یاد بھی رکھتے تھے۔ اٹھارویں صدی میں فرانسیسی محقق آنکتیل دوپیرون نے بڑی محنت سے ہندوستان آ کر اوستا کے نسخے حاصل کیے، پارسی علماء سے زبان سیکھی اور سن سترہ سو اکہتر میں اوستا کا پہلا یورپی ترجمہ شائع کیا جس سے مغرب میں تقابل مذاہب اور لسانیات کی تحقیق کا نیا باب کھلا۔ اس کے بعد یورپی اور پارسی علماء نے اوستا کی تنقیدی اشاعت و شرح کی عظیم روایت قائم کی جس کی بدولت آج ہم زرتشت فکر کو مستند طور پر پڑھ سکتے ہیں۔

اہمیت کے اعتبار سے اوستا کو تین وجوہ سے عالمی ادب میں ممتاز مقام حاصل ہے۔ یہ قدیم ہند ایرانی زبان و تہذیب کا بنیادی ماخذ ہے اور ویدوں کے ساتھ مل کر اس تہذیبی خاندان کی تصویر مکمل کرتا ہے۔ اس کی اخلاقی تعلیمات، خصوصاً سچائی، نیکی کا انتخاب اور عناصر فطرت کی حفاظت، آج کے دور میں بھی پوری انسانیت کے لیے بامعنی ہیں۔ اور یہ کتاب یہودیت، عیسائیت اور اسلام سمیت بعد کے مذاہب کے ساتھ تاریخی مکالمے کو سمجھنے میں بھی مدد دیتی ہے کیونکہ فرشتے، آخرت اور نجات دہندہ جیسے تصورات کی پروردہ صورتیں اسی خطے کی مشترکہ مذہبی فضا میں پروان چڑھیں۔ پارسی برادری کی تعداد آج کم ہے مگر ان کی اس کتاب کی حفاظت کی خدمات کو مذہبی تاریخ ہمیشہ قدر کی نظر سے دیکھے گی۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ اوستا زرتشت کی مذہبی کتاب ہے جو اوستائی زبان میں یسنا، گاتھا، وسپرد، وندیداد، یشت اور خوردہ اوستا جیسے حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا سب سے قدیم و مستند حصہ گاتھا ہے جو زرتشت کے اپنے سرود ہیں، جبکہ وندیداد اس کے قانونی و رسومی پہلو کو اور یشت اس کی روایتی و دیومالائی میراث کو محفوظ کرتے ہیں۔ اصل اکیس نسکوں کا بڑا حصہ تاریخی حوادث میں ضائع ہو گیا مگر جو بچا وہ تسید، اشا یعنی سچائی، اچھی سوچ، اچھی گفتار اور اچھے عمل کی تعلیمات سے بھرپور ہے۔ یہی وہ تفصیل ہے جو سوال میں مطلوب تھی اور یہی کتاب پارسی مذہب کی عبادت، عقیدے اور شناخت کی بنیاد ہے۔

سوال نمبر 4: کنفیوشس کے احوالِ زندگی (20 نمبر)

سوال نمبر 4: کنفیوشس کے احوال زندگی بیان کریں۔

تعارف

کنفیوشس چین کی تاریخ کی سب سے بااثر شخصیت ہیں جن کی تعلیمات نے دو ہزار سال سے زیادہ عرصے تک نہ صرف چین بلکہ کوریا، جاپان اور ویتنام سمیت پورے مشرقی ایشیا کی سیاست، تعلیم، خاندانی زندگی اور اخلاقیات کی تشکیل کی۔ ان کا چینی نام کھونگ فوزے یعنی استاد کھونگ تھا جس کی لاطینی صورت کنفیوشس مشہور ہوئی۔ وہ پانچ سو اکیاون قبل مسیح میں پیدا ہوئے اور چار سو اناسی قبل مسیح میں وفات پائی۔ یہ وہی دور ہے جسے چین کی تاریخ میں بہار و خریف کا دور کہا جاتا ہے جب ژو خاندان کی مرکزی حکومت کمزور پڑ چکی تھی اور چھوٹی چھوٹی ریاستیں باہم برسرِ جنگ تھیں۔ کنفیوشس نے اس افراتفری کا حل سیاسی طاقت کے بجائے اخلاقی اصلاح، تعلیم اور قدیم عمدہ روایات کی بحالی میں تلاش کیا۔ انہیں محض ایک فلسفی نہیں بلکہ ایک عظیم معلم، مصلح اور روایت کے امین کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ اس جواب میں ہم ان کے بچپن، تعلیم و ملازمت، ریاست لو میں ان کی خدمات، لمبے سفروں، آخری ایام اور ان کی تعلیمات و تاریخی اثرات کو ترتیب وار بیان کریں گے۔

کنفیوشس کے احوال پڑھنے سے پہلے یہ نکتہ واضح رہنا چاہیے کہ ان کی سوانح کے مآخذ میں سب سے اہم قدیم ترین سوانح سیما چیئن کی تاریخی کتاب میں درج ان کی زندگی ہے جو ان کی وفات سے تقریباً چار سو سال بعد لکھی گئی، اس کے علاوہ ان کے اقوال کا مجموعہ لن یو یعنی انالیکٹ ان کی شخصیت و تعلیمات کا براہ راست ذریعہ ہے جو ان

کے شاگردوں اور ان کے شاگردوں نے مرتب کیا۔ بعض واقعات میں روایتی اضافے بھی شامل ہو گئے ہیں، اس لیے تاریخ دان بنیادی واقعات کو مستند اور سجاوٹی جزئیات کو روایتی مانتے ہیں۔ اس احتیاط کے ساتھ کنفیوشس کی زندگی کا خاکہ اتنا واضح ہے کہ اس پر دنیا بھر کے محققین کا بنیادی اتفاق موجود ہے اور یہی خاکہ اس جواب میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ابتدائی زندگی، تعلیم اور ملازمت

کنفیوشس پانچ سو اکیاون قبل مسیح میں ریاست لو کے شہر چوفو کے قریب پیدا ہوئے، جو آج کے صوبہ شانڈونگ میں واقع ہے۔ ان کے والد شولیانگ خے ایک سپاہی اور معمولی عہدیدار تھے جن کا انتقال اس وقت ہو گیا جب کنفیوشس ابھی تین سال کے تھے۔ اس کے بعد پرورش ان کی والدہ یان ژنگ زائی نے غربت میں کی۔ کنفیوشس نے بعد میں خود کہا کہ میں کم عمر میں غریب اور معمولی حال تھا اسی لیے بہت سے چھوٹے چھوٹے کام سیکھ لیے۔ نوجوانی میں انہوں نے اناج کے گوداموں کی نگرانی اور مویشیوں کی دیکھ بھال جیسے معمولی ملازمتی عہدے کیے، مگر ساتھ ساتھ علم کی طلب جاری رکھی۔ انہوں نے قدیم صحیفوں یعنی نظموں کی کتاب، تاریخ کی کتاب اور رسوم کی کتاب کا گہرا مطالعہ کیا، موسیقی سیکھی اور تیر اندازی و رتھ بانی جیسی اس دور کی شرافتی فنون میں بھی مہارت حاصل کی۔ انیس سال کی عمر میں ان کی شادی ہوئی اور ایک بیٹا اور بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ یہی وہ دور ہے جب انھوں نے پڑھانا شروع کیا اور ان کے گرد شاگردوں کا حلقہ بننے لگا۔

کنفیوشس کی استادی اس دور کے لحاظ سے انقلابی تھی کیونکہ چین میں اس وقت تک تعلیم صرف شاہی و امیر خاندانوں تک محدود تھی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ تعلیم میں طبقاتی تمیز نہیں ہونی چاہیے اور جو طالب علم خشک گوشت کا معمولی تحفہ بھی لے آئے وہ اسے کبھی خالی نہیں لوٹاتے تھے، یعنی معمولی فیس دینے والے غریب طالب علم کو بھی قبول کرتے تھے۔ روایت کے مطابق ان کے شاگردوں کی تعداد تین ہزار تک پہنچی جن میں سے بہتر شاگرد خاص طور پر مشہور ہوئے۔ ان کا طریقہ تدریس رٹے کے بجائے مکالمے، مثال اور کردار سازی پر مبنی تھا، وہ کہتے تھے کہ میں اس طالب علم کو آگے نہیں بڑھاتا جو خود کھوج کی تڑپ نہ رکھتا ہو۔ اسی دور میں ان کی شہرت ایک صاحب حکمت و رسوم کے ماہر کے طور پر ریاستوں میں پھیلنے لگی اور ریاستی امور میں بھی ان کی رائے طلب کی جانے لگی۔

جدول 1: کنفیوشس کی زندگی کے اہم واقعات

سال (قبل مسیح)	واقعہ
551	ریاست لو میں پیدائش
تقریباً548	والد کا انتقال، والدہ کی پرورش میں غربت کا بچپن
تقریباً532	شادی اور تدریس کا آغاز
تقریباً501	ریاست لو میں اعلیٰ عہدہ، وزیر انصاف کی ذمہ داری
497تا484	مختلف ریاستوں میں سفر و درس، اصلاح کی ناکام کوششیں
484	ریاست لو واپسی، تدریس و تصنیف پر توجہ
479	وفات، چو فو میں تدفین

AIOU LIBRARY aioulibrary.com

ریاستی خدمات، جلاوطنی کے سفر اور آخری ایام

تقریباً پچاس سال کی عمر میں کنفیوشس کی صلاحیتوں کے اعتراف میں ریاست لو کی حکومت نے انہیں عہدے دیے اور وہ بتدریج وزیر انصاف کے منصب تک پہنچے۔ روایت ہے کہ ان کے دور میں ریاست میں امن و اخلاقی بہتری آئی، چوریاں کم ہوئیں اور لوگ راست بازی کی طرف مائل ہوئے۔ مگر دربار کی سازشوں اور پڑوسی ریاست کی چالبازیوں سے ان کی پوزیشن کمزور ہو گئی اور وہ عہدہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اس کے بعد تقریباً تیرہ چودہ سال انہوں نے مختلف ریاستوں یعنی وے، چن، سونگ، تسائی اور چو کا سفر کیا جہاں جہاں گئے وہاں کے حکمرانوں کو نیک حکمرانی کا مشورہ دیا کہ حکمران پہلے خود صداقت و اخلاق کی مثال بنے کیونکہ عوام حکمران کی تقلید کرتے ہیں۔ ان سفروں میں انہیں بھوک، خطرے اور مایوسی کا سامنا بھی کرنا پڑا، ایک موقع پر ان کی جان کو خطرہ لاحق ہوا اور ایک بار ان کا قافلہ کئی دن تک کھانے سے محروم رہا، مگر انہوں نے تعلیم دینا اور اصولوں پر قائم رہنا نہ چھوڑا۔

آخر کار تقریباً اڑسٹھ سال کی عمر میں وہ واپس لو آ گئے جہاں انہوں نے زندگی کے آخری پانچ سال تدریس اور کلاسیکی کتابوں کی ترتیب و تدوین میں گزارے۔ روایت انہیں نظموں، تاریخ، رسوم اور تبدیلیوں کی کتاب کی تحریر و تدوین اور بہار و خریف کی تاریخ نامی سالنامے کی تصنیف سے جوڑتی ہے، اگرچہ جدید محققین ان میں سے بعض کی نسبت میں احتیاط برتتے ہیں۔ ذاتی زندگی میں انہیں بیٹے اور محبوب شاگرد یان ہوئی کی وفات کے صدمے بھی اٹھانے پڑے جن پر ان کا رنج مشہور ہے۔ چار سو اناسی قبل مسیح میں انہوں نے وفات پائی اور چوفو میں دفن ہوئے، ان کا مزار اور خاندانی حویلی آج بھی چین کے مقدس ترین تاریخی مقامات میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی زندگی بظاہر سیاسی کامیابی کی کہانی نہیں کیونکہ کوئی حکمران ان کے مکمل پروگرام پر عمل پیرا نہ ہوا، مگر تاریخ نے ثابت کیا کہ قلم و کردار کی یہ ناکامی تلوار کی کامیابیوں سے کہیں بڑی تھی۔

تعلیمات کا خلاصہ اور تاریخی اثرات

کنفیوشس کی تعلیمات کا مرکز خدا یا آخرت کے عقائد کے بجائے اس دنیا میں منظم اور اخلاقی انسانی زندگی ہے، اسی لیے بعض علماء کنفیوشس ازم کو مذہب کے بجائے اخلاقی و سماجی فلسفہ قرار دیتے ہیں جبکہ دوسرے اسے مذہب مانتے ہیں کیونکہ اس میں آسمان کی قدر، اجداد کی تعظیم اور رسوم کی تقدیس بھی شامل ہے۔ ان کے بنیادی تصورات میں رین یعنی انسان دوستی و شفقت سب سے بلند قدر ہے جس کا عملی اصول یہ ہے کہ جو اپنے لیے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیے بھی نہ کرو۔ لی یعنی رسوم و آداب سماجی نظم کو قائم رکھتے ہیں۔ شیاؤ یعنی والدین کی اطاعت و احترام خاندان کی بنیاد ہے، اور جون زے یعنی مثالی شریف انسان ان کی اخلاقی تربیت کا ہدف ہے۔ حکمرانی کے بارے میں ان کا اصول تھا کہ سزا و طاقت سے نہیں بلکہ اخلاقی مثال اور عدل سے حکومت کرو۔ یہ تعلیمات بنیادی طور پر ان کی سوانح سے جڑی ہوئی ہیں کیونکہ انہوں نے جو کہا وہی کر کے بھی دکھایا۔

کنفیوشس کے اثرات کا دائرہ ان کی وفات کے بعد پھیلنا شروع ہوا۔ ان کے شاگردوں نے انالیکٹ مرتب کی، مین شیس نے ان کے فلسفے کو آگے بڑھایا، اور ہان خاندان کے دور میں کنفیوشس ازم چین کی سرکاری فکر بن گیا جس پر شاہی ملازمت کے امتحانات کا نظام صدیوں قائم رہا۔ اس نظام نے تعلیم کو حکومت و ترقی سے جوڑ دیا اور چین کی علمی میرٹ پر مبنی بیوروکریسی کی بنیاد رکھی۔ کنفیوشس کے مزار پر شاہی تکریم ہوتی رہی اور انہیں استاد اعظم اور حکیم کا لقب دیا گیا۔ بیسویں صدی میں چین میں

بعض ادوار میں ان پر تنقید بھی ہوئی مگر آج پھر چین اور دنیا بھر میں ان کی تعلیمات کی نئی قدر شناسی ہو رہی ہے اور دنیا کے کئی ممالک میں ان کے نام سے ثقافتی ادارے قائم ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کنفیوشس کی زندگی محض ایک فرد کی سوانح نہیں بلکہ ایک تہذیب کی فکری بنیاد کی کہانی ہے۔

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ کنفیوشس پانچ سو اکیاون قبل مسیح میں ریاست لو میں پیدا ہوئے، غربت میں پرورش پائی، خود محنت سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی، تعلیم کو عام کر کے ہزاروں شاگرد پیدا کیے، ریاست لو میں وزیر انصاف سمیت اہم عہدے سنبھالے، پھر چودہ سال حکمرانوں کو نیک حکمرانی کی دعوت دیتے ہوئے ریاستوں میں پھرتے رہے اور آخر میں واپس آ کر تدریس و تدوین میں زندگی مکمل کی اور چار سو اناسی قبل مسیح میں وفات پائی۔ ان کی زندگی کردار، علم اور استقامت کی درخشاں مثال ہے اور ان کی تعلیمات آج بھی مشرقی ایشیا کی تہذیب کی روح ہیں۔ یہی وہ احوال زندگی ہیں جو سوال میں مطلوب تھے، اور ان کا مطالعہ طالب علم کو دکھاتا ہے کہ مذاہب و فلسفوں کی تاریخ میں فرد کی سیرت بھی اتنی ہی اہم ہوتی ہے جتنی اس کی تعلیمات۔

سوال نمبر 5: سکھ مت کے فرقوں کی تفصیل (20 نمبر)

سوال نمبر 5: سکھ مت کے فرقوں کی تفصیل بیان کریں۔

تعارف

سکھ مت دنیا کے بڑے مذاہب میں سب سے کم عمر مذاہب میں سے ہے جس کی بنیاد پندرہویں صدی کے آخر میں پنجاب میں بابا گرونانک نے رکھی۔ گرونانک نے ایک خدا، اک اونکار، کی عبادت، انسانیت کی مساوات، حلال کی محنت، بانٹ کر کھانے اور خدمت خلق کی تعلیم دی۔ ان کے بعد نو گرو مزید آئے اور دسویں گرو گوبند سنگھ نے سترہ سو آٹھ میں گرو کے سلسلے کو ختم کر کے گرو گرنتھ صاحب کو ابدی گرو قرار دیا اور خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی۔ سکھ مت کی مرکزی روایت اسی خالصہ اور گرنتھ صاحب کے گرد قائم ہے، تاہم پانچ سو سالہ تاریخ میں اس کے اندر کئی ایسے گروہ اور سلسلے بھی پیدا ہوئے جنہیں عام طور پر سکھ مت کے فرقے یا سمپردائے کہا جاتا ہے۔ ان میں

بعض گرنتھ صاحب کی گرو حیثیت کو مانتے ہوئے روحانی سلسلے ہیں اور بعض زندہ گرو کے تصور جیسے مسائل پر مرکزی دھارے سے الگ ہو گئے۔ اس جواب میں ہم اہم فرقوں یعنی اداسی، نرمل، نہنگ، نام دھاری، نرنکاری اور جدید دور کے بعض گروہوں کی تفصیلی تعارف، ان کے عقائد و امتیازات اور مرکزی دھارے سے ان کے تعلق کو علمی غیر جانبداری سے بیان کریں گے۔

سکھ فرقوں کو سمجھنے سے پہلے مرکزی سکھ شناخت کی بنیادیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔ سکھوں کا مقدس صحیفہ گرو گرنتھ صاحب ہے جس میں چھ گروؤں کے علاوہ ہندو و مسلم صوفی بزرگوں خصوصاً بابا فرید، کبیر اور دیگر بھگتوں کی بانی شامل ہے، جو اس مذہب کی وسعت قلبی کا ثبوت ہے۔ مرکزی عبادت گاہ گردوارہ ہے جہاں گرنتھ صاحب کی تلاوت، کیرتن اور لنگر یعنی مفت مشترکہ کھانا اس مذہب کی سماجی مساوات کی عملی صورت ہے۔ خالصہ سکھ پانچ ککے یعنی کیس، کنگھا، کڑا، کچھا اور کرپان کو اپنا ظاہری امتیاز مانتے ہیں۔ اگلی تفصیل میں جن فرقوں کا ذکر ہو گا انہیں انہی بنیادوں سے موازنہ کرکے سمجھا جا سکتا ہے کہ کون سا گروہ ان بنیادوں پر مکمل قائم ہے اور کون سا کہاں الگ ہوتا ہے۔ مطالعے کا یہ طریقہ طالب علم کو جذبات کے بجائے حقائق کی بنیاد پر رائے بنانے میں مدد دیتا ہے۔

قدیم روحانی سلسلے: اداسی اور نرمل

اداسی سلسلہ سکھ تاریخ کے قدیم ترین گروہوں میں سے ہے جس کی نسبت گرو نانک کے بڑے صاحبزادے سری چند سے ہے۔ سری چند نے ترک دنیا اور تجرد کی زندگی اختیار کی اور ان کے پیروکار اداسی کہلائے۔ اداسی روایت میں دنیا سے کنارہ کشی، زرد و سادہ لباس اور مراقبے پر زور ہے، اس لیے اس کا طرز زندگی خالصہ کی گھریلو سماجی ذمہ داری والی زندگی سے مختلف ہے۔ تاریخ میں اداسیوں نے ایک اہم خدمت یہ کی کہ اٹھارہویں صدی کے مشکل ادوار میں جب سکھوں پر ظلم ہو رہا تھا اور وہ جنگلوں میں روپوش تھے تو گردواروں کی دیکھ بھال اداسی مہنتوں کے پاس رہی۔ بعد میں بیسویں صدی کی گردوارہ اصلاحی تحریک یعنی اکالی تحریک نے گردواروں کا انتظام منتخب سکھ ادارے شرومنی گردوارہ پربندھک کمیٹی کے حوالے کرایا جس پر اداسی مہنتوں سے تاریخی اختلاف بھی ہوا۔ آج اداسی ایک چھوٹی روحانی روایت کے طور پر موجود ہیں اور مرکزی سکھ دھارے میں انہیں سکھ شناخت کے کنارے پر واقع سمجھا جاتا ہے۔

نرمل سلسلہ سکھوں کے اہل علم طبقے کی نمائندگی کرتا ہے۔ روایت کے مطابق گرو گوبند سنگھ نے پانچ سکھوں کو بنارس بھیجا تا کہ وہ سنسکرت اور ہندو فلسفہ سیکھ کر آئیں، انہی سے نرمل یعنی بے داغ کہلانے والا علمی سلسلہ شروع ہوا۔ نرمل علماء سفید لباس پہنتے، گہرا مطالعہ کرتے اور گرنتھ صاحب کی ویدانتی تشریحات لکھتے رہے ہیں۔ انہوں نے سکھ مت کے فلسفیانہ ادب کی ترقی میں بڑا حصہ لیا اور ان کے اکھاڑے پنجاب کے کئی شہروں میں قائم ہوئے۔ اداسیوں کی طرح یہ بھی خالصہ کی فوجی شان کے بجائے علمی و روحانی زندگی پر توجہ دیتے ہیں، تاہم گرنتھ صاحب کی گرو حیثیت اور گرووں کی تکریم میں یہ مرکزی دھارے کے ساتھ مکمل متفق ہیں۔ ان دونوں قدیم سلسلوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ سکھ مت کے اندر ترک دنیا اور علم کی روایت کو ہمیشہ جگہ ملی رہی ہے، اگرچہ تعداد اور اثر میں یہ مرکزی خالصہ دھارے سے چھوٹے رہے ہیں۔

نہنگ سنگھ اور نام دھاری فرقہ

نہنگ سنگھ جنہیں اکالی دل خالصہ بھی کہا جاتا ہے خالصہ پنتھ کی جنگی روایت کے امین ہیں۔ ان کی شناخت گہرے نیلے لباس، بڑے دستار جن پر چاند و اسلحہ کی علامات، اور کامل اسلحہ بندی سے ہوتی ہے۔ نہنگ گرو گوبند سنگھ کے عسکری نظم سے خود کو براہ راست جوڑتے ہیں، گھوڑ سواری، گتکا یعنی روایتی جنگی فن اور شکار و جنگی مشقیں ان کی زندگی کا حصہ ہیں اور ان کی بولی و رسوم میں خاص روایات محفوظ ہیں۔ مذہبی عقائد میں یہ مرکزی خالصہ عقائد پر ہی قائم ہیں یعنی یہ کوئی الگ عقیدہ رکھنے والا فرقہ نہیں بلکہ خالصہ کے اندر ایک مخصوص طرز زندگی رکھنے والا تاریخی سلسلہ ہے، اسی لیے سکھ برادری میں ان کا بڑا احترام کیا جاتا ہے اور ہولا محلہ جیسے تہواروں میں ان کی جنگی مہارت کی نمائش سکھ شناخت کا جشن بنتی ہے۔

نام دھاری جنہیں کوکا سکھ بھی کہا جاتا ہے انیسویں صدی میں بابا رام سنگھ کی تحریک سے وجود میں آئے۔ کوکا نام ان کے ذکر کے دوران نکلنے والی آواز کوک سے منسوب ہے۔ نام دھاریوں کی سب سے نمایاں اور متنازع خصوصیت یہ ہے کہ وہ گرووں کے سلسلے کو گوبند سنگھ پر ختم نہیں مانتے بلکہ زندہ گرو کی روایت جاری مانتے ہیں اور اپنے سربراہ کو گرو کا درجہ دیتے ہیں، یہی نکتہ انہیں مرکزی سکھ عقیدے سے الگ کرتا ہے کیونکہ مرکزی عقیدہ گرنتھ صاحب کو واحد ابدی گرو مانتا ہے۔ بابا رام سنگھ نے سماجی اصلاحات بھی کیں جن میں ذات پات کی مخالفت، لڑکیوں کی پیدائش پر خوشی، سستی اجتماعی شادیاں اور برطانوی مصنوعات و اداروں کا بائیکاٹ شامل تھا، جس کی وجہ سے

ان کی تحریک کو نو آبادیاتی دور کی مزاحمتی تاریخ میں بھی اہم مقام حاصل ہے اور کوکا سکھوں کو انگریزوں کے ظلم کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ لباس میں سفید پوشاک اور سیدھا پگڑ ان کی پہچان ہے اور ان کا مرکز بھینی صاحب ہے۔ اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ سکھ فرقوں کی تفریق میں سب سے حساس مسئلہ زندہ گرو کا تصور ہے۔

نرنکاری اور جدید گروہ نیز جدول خلاصہ

نرنکاری تحریک کی دو صورتیں تاریخ میں ملتی ہیں جن میں تمیز ضروری ہے۔ اصل نرنکاری تحریک انیسویں صدی میں بابا دیال سنگھ نے شروع کی جس کا مقصد سکھوں کو بے شکل خدا یعنی نرنکار کی عبادت کی طرف واپس لانا اور گردواروں میں داخل ہو جانے والی غیر سکھ رسوم کا خاتمہ تھا۔ یہ تحریک اصلاحی تھی اور گرنتھ صاحب کی عزت پر قائم تھی۔ اس کے مقابلے میں بیسویں صدی میں قائم ہونے والا سنت نرنکاری مشن اپنے سربراہ کو زندہ ست گرو مانتا ہے جس کی وجہ سے انیس سو اٹھتر میں امرتسر میں پیش آئے ہوئے پُرتشدد واقعے سمیت اس کے مرکزی سکھ دھارے سے شدید اختلافات پیدا ہوئے۔ اسی خاندان کے دیگر جدید گروہوں میں رادھا سوامی سلسلہ بھی ذکر کا مستحق ہے جو پنجاب سے اٹھا اور جس کی جڑیں سکھ و صوفی ماحول میں ہیں مگر اب وہ الگ مذہبی تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس میں زندہ مرشد مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ ان جدید گروہوں پر سکھ مرکزی ادارے عموماً یہ موقف رکھتے ہیں کہ زندہ گرو کا دعویٰ سکھ عقیدے کی بنیاد کے خلاف ہے، اس لیے ان گروہوں اور مرکزی پنتھ کی حد بندی واضح رکھی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ سکھ آبادی میں سہجدھاری، کیشدھاری اور امرت دھاری کی تقسیم بھی بیان کی جاتی ہے مگر یہ فرقے نہیں بلکہ مذہبی پابندی کی درجات ہیں: سہجدھاری آہستہ آہستہ سکھ تعلیمات کو اپنانے والا، کیشدھاری بال رکھنے والا اور امرت دھاری امرت چکھ کر خالصہ ضابطے کا پابند سکھ کہلاتا ہے۔ اسی طرح رام گڑھیا، جاٹ و دیگر برادریاں سماجی ذاتیں ہیں فرقے نہیں۔ اس تمیز کو سمجھے بغیر سکھ معاشرے کی تصویر درست نہیں بنتی۔ اکالی دل سیاسی جماعت ہے مذہبی فرقہ نہیں اگرچہ اس کا نام تاریخی اکالی روایت سے جڑا ہے۔ ان وضاحتوں سے واضح ہوتا ہے کہ سکھ فرقوں کی اصل تفریق تین مسائل پر ہے: گرو کا تصور، طرز زندگی یعنی ترک دنیا یا گھر گرہستی اور اسلحہ و خالصہ ضابطے کی پابندی کی نوعیت۔

جدول 1: سکھ مت کے اہم فرقوں و سلسلوں کا خلاصہ

فرقہ / سلسلہ	بانی یا نسبت	امتیازی خصوصیت
اداسی	سری چند، صاحبزادہ گرونانک	ترک دنیا، تجرد و مراقبہ، قدیم گردوارہ خدمت
نرمل	گرو گوبند سنگھ کے بھیجے گئے پانچ سکھ	علمی و ویدانتی تشریح کی روایت، سفید لباس
نہنگ / اکالی دل	خالصہ عسکری روایت	نیلا لباس، اسلحہ و جنگی فنون کی حفاظت
نام دھاری / کوکا	بابا رام سنگھ	زندہ گرو کا عقیدہ، سماجی اصلاح، سفید پوشاک
نرنکاری (اصلاحی)	بابا دیال سنگھ	نرنکار کی عبادت و رسوم کی اصلاح کی تحریک
سنت نرنکاری مشن	بیسویں صدی	زندہ ست گرو کا دعویٰ، مرکزی دھارے سے اختلاف

نتیجہ

خلاصہ یہ ہے کہ سکھ مت کا مرکزی دھارا گرو گرنتھ صاحب کو ابدی گرو ماننے والا خالصہ پنتھ ہے، جس کے اندر وارد گرد کئی تاریخی سلسلے موجود ہیں۔ اداسی ترک دنیا کی، نرمل علم کی اور نہنگ عسکری روایت کی نمائندگی کرتے ہیں اور یہ تینوں بنیادی عقائد میں مرکزی دھارے سے جڑے ہیں۔ نام دھاری اور سنت نرنکاری زندہ گرو کے تصور کی وجہ سے الگ فرقے شمار ہوتے ہیں جبکہ رادھا سوامی جیسی تحریکیں الگ مذہبی شناخت اختیار کر چکی ہیں۔ طالب علم کے لیے اس سوال کا سبق یہ ہے کہ کسی مذہب کے فرقوں کا مطالعہ کرتے وقت مرکزی عقیدے کو معیار بنا کر ہر گروہ کا موقف اس کی اپنی کتابوں اور تاریخ سے غیر جانبداری اور احترام کے ساتھ بیان کیا جائے، یہی بین المذاہب مطالعے کا درست علمی اسلوب ہے جو اس پوری اسائنمنٹ میں اپنایا گیا ہے۔

AIOU LIBRARY aioulibrary.com